PAKISTAN | پاکستان

TIER 1 | USCIRF-RECOMMENDED COUNTRY OF PARTICULAR CONCERN (CPC)

عالمی مذہبی آزادی کے بارے میں امریکی کمیشن (USCIRF) امریکہ کی وفاقی حکومت کا ایک خود مختار اور دو فریقی ادارہ ہے جس کی تشکیل بین الاقوامی مذہبی آزادی کے ایکٹ 1988 کے تحت کی گئی ہے اوراس کا کام بیرون ملک مذہبی آزادی یا عقیدے سے متعلق حقوق وآزادی پرنظررکھنا ہے۔ یوایس سی آئی آر ایف (USCIRF) بیرونی ممالک میں عقائد یا مذہبی آزادی سے متعلق خلاف ورزیوں کو مانیٹر کرنے کے لیے بین الاقوامی معیارات استعمال کرنے کے علاوہ صدر، وزیر داخلہ اور کانگریس کو حکمت عملی کے بارے میں سفارشات پیش کرتا ہے۔ یو ایس سی آئی آر ایف (USCIRF) امریکہ کے محکمہ داخلہ سے الگ تھلگ اورجداگانہ حیثیت کا حامل ایک ادارہ ہے۔ 2018 کی سالانہ رپورٹ کمیشنرز اور پیشہ ورعملہ کی طرف سے سال بھر کی کوششوں کے ذریعہ زمینی سطح پرموجود خرابیوں کی نشاندہی کرنے اور امریکی حکومت کو حکمت عملی سے متعلق آزادانہ سفارشات پیش کرتے ہوئے نقطہ عروج پر پہنچاتی ہے۔ سال 2018 کی سالانہ رپورٹ جنوری 2017 سے لیکر دسمبر 2017 تک کے عرصہ کا احاطہ کرتی ہے تاہم اس میں اس عرصہ کے بعد رونما ہونے والے چند ایک نمایاں واقعات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ یو ایس سی آئی آر ایف (USCIRF) کے بارے میں مزید معلومات کے لیے یہاں پران کی ویب سائیٹ ملاحظہ فرمائیں یا یو ایس سی آئی آر ایف (USCIRF) کے ساتھ اس نمبر پر براہ راست رابطہ کریں 202-523-3240۔

پاکستان

اہم نتائج:

سال 2017 میں پاکستان میں مذہبی اقلیتیں جن میں ہندو، عیسائی، سکھ، احمدی اور شیعہ مسلمان شامل ہیں کو انتہا پسند گروپوں اور بڑی حد تک سوسائٹی کی طرف سے مسلسل حملوں اور امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ حکومت پاکستان ان گروپوں کو مناسب تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہی ہے اور اس نے مذہبی آزادی کے بارے میں ایک منظم اور مسلسل انداز میں قابل اعتراض خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ میڈیا کی مختلف تنظیموں نے مذہبی اقلیتوں کے خلاف عدم رواداری کو فروغ دیا ہے۔ توعین رسالت کے بارے میں سخت ملکی قوانین کا غیر مہذب اطلاق غیر مسلموں، شیعہ مسلمانوں اور احمدیوں کے حقوق کچلنے کا سبب بنا ہے۔ ہندو میرج ایکٹ کی منظوری کے باوجود جو کہ ہندو شہریوں کوفیملی قوانین میں زیادہ حقوق فراہم کرتا ہے غیرمسلموں کو جبرا مذہب تبدیل کروانے کا سلسلہ جاری رہا ہے جولائی 2018 کے قومی انتخابات سے قبل بنیاد پرست اور انتہا پسند مذہبی سیاسی جماعتوں کا سیاسی منظر نامے میں داخلہ ملک کے اندرپہلے ہی سے غیر محفوظ مذہبی اقلیتوں کی حیثیت کو مزید خطرات سے دوچار کرتا ہے۔ مئی 2017 میں یو ایس سی آئی آر ایف (USCIRF) کے ایک وفد نے اسلام آباد کا دورہ کر کے پاکستانی حکومتی اہلکاروں، امریکی سفارتی عملہ، سول سوسائٹی کے نمائندگان اور مذہبی اقلیتی برادری کے رہنماؤں کے ساتھ ملاقات کی۔

سال 2018 کی خلاف ورزیوں کی بنیاد پر یوایس سی آئی آر ایف (USCIRF) ایک بار پھرتجویز کرتا ہے کہ جیسا کہ سال 2002 سے چلا آیا ہے پاکستان کو بین الاقوامی مذہبی آزادی کے ایکٹ (آئی آرایف اے) کے تحت "خصوصی تشویش کا حامل ملک" یا سی پی سی نامزد کیا جائے۔ یوایس سی آئی آرایف (USCIRF) کی درینہ سفارشات کے باوجود امریکی محکمہ داخلہ نے پاکستان کواس طرح سے نامزد نہیں کیا۔ دسمبر2017 میں امریکی محکمہ داخلہ نے پاکستان کو پہلے اور واحد ملک کے طور پر "خصوصی واچ لسٹ" کے لیے نامزد کیا ہےجو کہ دسمبر 2016 کو آئی آر ایف اے میں ہونے والی ترمیمات کے سبب پیدا ہونے والی ایک نئی درجہ بندی ہے۔

امریکی حکومت کے لیے سفارشات

- آئی آرایف اے کے تحت پاکستان کو سی پی سی نامزد کیا جائے۔

- آئی آر ایف اے (IRFA) کی سیکشن 405 (سی) کے تحت حکومت پاکستان کے ساتھ ایک واجب التعمیل معاہدے کے بارے میں بات چیت کرے تا کہ مخصوص اور بامقصد اصلاحات کو کامیاب بنایا جا سکے جس میں اہم قانونی اصلاحات اورتوعین رسالت کے قوانین کے تحت سزا یافتہ قیدیوں کو رہائی پر مشتمل جانچ کا ایک معیار مقرر کیا جا سکے اوراس طرح کا معاہدہ امریکہ کے محکمہ داخلہ اور یوایس ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ (USAID) کے طریق کار کے تحت فراہم کردہ وسائل پرمشتمل ہونا چاہیے۔

- اس بات کو یقینی بنائیں کہ موجودہ محکمہ داخلہ کا بیوروآف ڈیموکریسی، انسانی حقوق اور لیبر پروگرامز حکومتی منصوبوں کوعملی جامہ پہنانے کے لیے تیار ہوں تاکہ مذہبی اقلیتی کمیونٹیز کی جسمانی حفاظت کو یقینی بنایا جا سکے اور تشدد پسندانہ جذبات کا مقابلہ کیا جائے جوکہ ان کے امتیازی سلوک کی وجہ سے ہے۔

- محکمہ داخلہ اوردیگر وفاقی یا وفاقی مالی امداد سے چلنے والی تنظیموں کی طرف سے ان غیر سرکاری گروپوں کے لیے مدد میں اضافہ کریں جو کہ مدرسوں کے انتظامی بورڈز اور مذہبی رہنماؤں اور منتظمین کو امن سے متعلق تربیت فراہم کرنے اور تصادم کے خاتمہ کے لیے مصروف عمل ہیں۔

- حکومت پاکستان کی حوصلہ افزائی کرے کہ وہ ملک کے اندر مذہبی اقلیتوں کے تاریخی کردار، معاشرے کے لیے ان کی خدمات اور ان کے مساویانہ حقوق اور تحفظ سے متعلق عوامی معلومات کی ایک مہم شروع کرے اور اس طرح کے موضوعات پر روشنی ڈالنے کے لیے امریکی حکومت کی عوامی ڈپلومیسی جسے آلات مثلاً تعلیمی اور ثقافتی تبادلوں اور امریکہ کی مالی امداد سے چلنے والے میڈیا کو استعمال کرے؛

- انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں، بشمول خاص طور پر مذہبی آزادی کے بارے میں شدید خلاف ورزیوں کے ذمہ داران یا ان میں ملوث پائے جانے والی مخصوص سرکاری اہلکاروں اور ایجنسیوں کے خلاف طے شدہ ہتھیار استعمال کریں؛ ان ہتھیاروں میں "خصوصی طور پر نامزد کردہ شہریوں کو شامل کیا جائے جن کی فہرست کا بندوبست محکمہ خزانہ کا بیرون ملک اثاثے کنٹرول کرنے کا دفتر کرے، آئی آر ایف اے (IRFA) کو سیکشن 604(اے) اور گلوبل میگنی ٹیسکی ہیومن رائیٹس اکاؤنٹیبلٹی ایکٹ کے تحت ویزا دینے سے انکار کیا جائے اور گلوبل میگنی ٹیسکی ایکٹ کے تحت ان کے اثاثوں کو منجمد کیا جائے؛

- امریکہ - پاکستان دوطرفہ تعلقات میں مذہبی آزادی کے مسائل کوترجیح دی جائے اور مذہبی اور عقیدے کی آزادی کے لیے بین الاقوامی تنظیموں اور نمائندگان مثلاً یورپین یونین (ای یو) کے خصوصی نمائندہ کے ساتھ یورپین یونین سے باہر مذہبی آزادی سے متعلق خدشات کو اسلام آباد کے اندر پاکستانی اہلکاروں کے ساتھ کثیرالاطرفی مقامات پر اٹھانے کے لیے بشمول ذیل کےملکر کام کرے:
    - پاکستان کے وزیراعظم اور فوجی قیادت پرملک کے اندرمذہبی آزادی اورسلامتی کی مجموعی صورتحال کے درمیان تعلق کی اہمیت کو واضح کیا جائے؛

- حکومت پاکستان پردباؤ ڈالا جائے کہ وہ مذہبی آزادی کے بارے میں دو درجن سفارشات پرعمل درآمد کرے جن کو انہوں نے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی کونسل کے 2017 کے عالمیگر معیادی جائزہ میں تسلیم کیا تھا، جس کا پاکستان ایک ممبر ہے ؛

- حکومت پاکستان پرزور دے کہ وہ اپنے توعین رسالت اور احمدی مخالف قوانین کو منسوخ کر دے، جب تک تنسیخ کا عمل مکمل نہیں ہو جاتا، توعین رسالت کو قابل ضمانت جرم بنانے کے لیے اصلاحات کا قانون بنائے، الزام عائد کرنے والوں سے شہادت طلب کرے، اور تحقیقی ادروں کو اختیار دے کہ وہ بے بنیاد الزامات کو مسترد کر دیں اور ان پر زور دے کہ وہ موجودہ ضابطہ فوجداری کی ان دفعات کا اطلاق کرے جو دروغ حلفی اور جھوٹے الزامات کو جرم ٹھہراتی ہیں۔

- حکومت پاکستان کی حوصلہ افزائی کرے کہ وہ بین الامذاہب بات چیت کو فروغ دینے کے لیے وزارت مذہبی امور اور بین الامذاہب ہم آہنگی کے کردار میں اضافہ کرے اور مذہبی اقلیتی گروہوں کو بااختیار بنائے، ان کو تحفظ فراہم کرے اور مختلف اسلامی مکتبہ فکر رکھنے والے اور مختلف مذاہب کے اسکالرز اور رہنماؤں کے درمیان میٹنگوں کے لیے سہولت فراہم کرے۔

ماضی کے حالات

پاکستان
پورا نام: اسلامی جمہوریہ پاکستان
حکومت: وفاقی پارلیمانی جمہوریہ
آبادی: 207,774,520
تسلیم شدہ حکومتی مذاہب/عقائد: اسلام
مذہبی آبادی کے اعداد وشمار*:
96.28%:مسلمان
85-90%: سنی
10-15%: شیعہ
0.22%: احمدی
1.59%: عیسائی
1.60%: ہندو

*یہ تخمینہ جات سی آئی اے کی ورلڈ فیکٹ بک اورپاکستان کے محکمہ شماریات سے حاصل کیے گئے ہیں۔

سال 2017 میں منعقد کی گئی مردم شماری کے مطابق پاکستان 207 ملین کی آبادی پرمشتمل نسلی اعتبار سے ایک مختلف ملک ہے۔ دستور کے مطابق ریاست کا مذہب اسلام ہے، آرٹیکل 20 تا 22 مذہبی آزادی اور مذہبی تعلیم کو تحفظ فراہم کرتی ہیں جبکہ آرٹیکل 26 اور 27 مذہبی بنیادوں پرعوامی مقامات تک رسائی اورعوامی خدمات کی فراہمی کے سلسلہ میں امتیازی برتاؤ سے روکتے ہیں۔ پارلیمان میں مذہبی کمیونٹی کے اراکین کے لیے 10 نشستیں مختص کی گئی ہیں۔ تاہم ان قوانین کے باوجود دستورکی دوسری ترمیم احمدیوں کی طرف سے اپنےآپ کو مسلمان کہلوانے یا اپنے مذہبی مقامات کو مساجد کہنے سے منع کرتی ہے۔

لشکر طیبہ (ایل ای ٹی)، لشکرجھنگوی (ایل ای جے)، اسلامک اسٹیٹ آف خراسان پرووینس (آئی ایس کے پی) اور تحریک طالبان (پاکستان طالبان) جیسے دہشت گرد گروہوں کی متواتر سرگرمیاں ملک کی مجموعی صورتحال کو

مشکلات سے دوچار کرتی ہیں۔ یہ گروپ نہ صرف مذہبی اقلیتوں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں بالکہ ان لوگوں کو بھی جو ان کی حمایت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے سیاست دان اور جج حضرات مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں عوامی سطح پر بات نہیں کرتے جو کہ عوام کے اندر بڑی حد تک متنازع اوراقلیت مخالف بیانیے کے فروغ کا سبب بنا ہے۔

حکومت پاکستان نے فرقہ وارانہ اورمذہبی بنیادوں پرعدم رواداری کی بات چیت کے سد باب کے سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کی اور نہ ہی مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد آمیز جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف مقدمات قائم کیے ہیں۔ انتہا پسند ملزمان کے ساتھ نمٹنے کے لیے انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں کے وجود کے باوجود انتہا پسندوں کی ایک بڑی تعداد کو یا تو حراست سے آزاد کردیا گیا ہے یا وہ گرفتاری یا قانونی کاروائی سے بالکل بچ گئے ہیں۔ اکثراوقات دہشت گرد ملزمان کی بریت کا تعلق پولیس کی تفتیش کے ناقص طریق کار سے ہوتا ہے جو کہ پورے پاکستان کی پولیس فورس کے اندر مستقل بنیادوں پر موجود ہے۔ ان اداراتی کمزوریوں کا سدباب کرنے کے بجائے سول حکومت نے دہشت گردوں پرمقدمات چلانے کا معاملہ فوجی ٹرائیبونلز کے حوالے کردیا ہے جنھوں نے کامیابی سے بلند شرح کےساتھ مقدمات توچلائے ہیں لیکن ان پرحسب قانون مقدمات چلانے کی خلاف ورزیوں اور ملزمان پرتشدد کےاستعمال کے الزامات عائد کیے گئے ہیں۔

دہشت گرد گروپوں کی صلاحیت کو ختم کرنے کے لیے حکومت پاکستان نے بڑی حد تک پبلک اورخاص طور پرمذہبی اقلیتوں کو نشانہ بنایا ہے۔ ملٹری نے 2014 میں مغربی سرحدی علاقہ میں پاکستانی طالبان اور ایل ای جے جیسے دہشت گرد گروپوں کو نشانہ بنانے کے لیےضرب عضب آپریشن شروع کیا تھا جنھوں نے عیسائیوں، شیعہ مسلمانوں اوراحمدیوں کے خلاف حملوں کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ دہشت گروپس اس آپریشن کے اثرات آج تک محسوس کر رہے ہیں کیونکہ بے یارومدد گار گروپس پر حملہ آور ہونے کی ان کی صلاحیت کم ہوکر رہ گئی ہے۔ حکومت نے مذہبی گروپوں کوخاص طور پر مذہبی تہواروں کے موقع پر اضافی سیکیورٹی بھی مہیا کی ہے۔ علاوہ ازیں، 2014 کے نیشنل ایکشن پلان (این اے پی) میں دہشت گردی سے نمٹنے اور فرقہ واریت اور انتہا پسند نقطہ نظر کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے بہت سی حکمت عملیاں تشکیل دی ہیں۔ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ تین سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی این اے پی کی بہت سی سفارشات پرعمل درآمد نہیں کیا گیا۔ مذہبی اقلیتوں کو مسلسل دہشت گردوں کے حملوں، ان کے خلاف تشدد کی ترغیب اور معاشرتی سیاسی حقوق کی پامالی کا سامنا کرنا پڑرہا ہے۔

مذہبی آزادی کی صورتحال 2017

شیعہ مسلمانوں کی صورتحال: گزشتہ سال کے دوران شیعہ مسلمان آبادی کو دہشت گرد گروپوں کی طرف سے سلامتی کے بارے میں مسلسل خوف رہا ہے جبکہ پبلک کی طرف سے سماجی سطح پر امتیازی سلوک میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے باوجود بھی حالیہ سالوں کے دوران چند ایک مثبت تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، خاص طور پرکراچی میں آرمی رینجرز اور پولیس کی طرف سے 2011 میں امن و امان کی صورتحال کے پیش نظر آپریشن شروع کرنے کی وجہ سے شیعہ مسلمانوں کی ٹارگٹ کلنگ میں کمی آئی ہے۔ علاوہ ازیں حکومت نے بین الامذاہب ایسی کانفرنسوں کی حوصلہ افزائی اوران کے انعقاد کے لیے سہولت فراہم کی ہے جو کہ ملک کے اندر بڑھتی ہوئی فرقہ وارانہ تقسیم کو روکتی ہیں۔

حکومت کی کوششوں کے باوجود بھی شیعہ مسلمانوں کو ملک کے مختلف حصوں میں خاص طور پرشورش زدہ سرحدی علاقہ میں نشانہ بنایا گیا ہے۔ ایل ای جے اور پاکستانی طالبان نے جو کہ اپنے مشن میں فرقہ وارانہ مقاصد کو سرعام تسلیم کرتے ہیں نے اس سال متعدد حملے کیے ہیں۔ مثال کے طور پر جنوری 2017 میں پاڑا چنار اور

کوئٹہ کے اندر مصروف مارکیٹ میں دو دہشت گرد حملے کیے گئے جن میں 80 سے زیادہ لوگ مارے گئے، طالبان نے ان حملوں کی ذمہ داری قبول کی ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس کا مقصد "شیعوں کو سبق سکھانا تھا"

اگرچہ پاکستان میں دیگر مذہبی گروپ بھی شعیہ مسلمان ہیں لیکن ہزارہ کے خدوخال نمایاں ہیں اور انہوں نے ملک کے اندراپنا ایک الگ علاقہ قائم کیا ہوا ہے۔ ان دوعوامل کی وجہ سے ہزارہ کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے شیعہ مسلمانوں کوانتہا پسند گروپوں کی طرف سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔ پرتشدد فرقہ وارانہ گروپوں نے ہزارہ کے علاقوں مثال کے طور پر کوئٹہ میں حکومت کی طرف سے سال 2013 سے اس علاقہ کے لیے فراہم کردہ اضافی سیکیورٹی کے باوجود شدید حملے کیے ہیں۔ سال 2017 کے دوران ہزارہ افراد کے قتل اور اغوا کے کئی واقعات رونما ہوئے، مثال کے طور پر کوئلے کے کان کنوں کی بس پر حملہ ہوا جس میں دو ہزارہ افراد قتل کر دیے گئے اور جنوری 2017 میں ہونے والی فائرنگ جس میں پانچ ہزارہ افراد قتل ہوئے اور بہت سے دیگر زخمی ہوئے۔

دیگر مذہبی اقلیتوں کی حالت: پاکستان میں بہت سے سکھ، ہندو، بدھ مت کے پیروکار، پارسی/آتش پرست اور عیسائی شہری آباد ہیں جو کہ اپنی سلامتی کے لیے متواتر خطرہ محسوس کرتے ہیں اور ان کو متعدد اقسام کی سماجی علیحدگی اورایذا دہی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ دسمبر 2017 کو، ایک خود کش بمبار جس کا تعلق اسلامک اسٹیٹ آف عراق اینڈ سیریا (آئی ایس آئی ایس) سے تھا، کوئٹہ میں ایک چرچ پر حملہ کیا جو کہ 9 اموات پر منتج ہوا۔ تاہم ایک مثبت پیش رفت یہ تھی کہ احسان اللہ احسان نے، جو کہ جمیعت الاحرار کا ترجمان تھا جو کہ وہ گروپ ہے جس نے 2016 میں ایسٹر کے موقع پرایک پبلک پارک میں عیسائیوں پر حملہ کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی،اپنے آپ کو حکام کے حوالہ کر دیا اوروہ زیر حراست ہے۔

سماجی مسائل بھی غیر مسلموں پر منفی انداز میں اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ 2017 میں مختلف مذہبی پس منظر رکھنے والی خواتین کو زبردستی اسلام قبول کروانے کا عمل جاری رہا۔ تاہم فروری 2017 میں سینٹ نے ہندوؤں کے حقوق کو تحفظ دینے کے لیے ہندوؤں کا ہندو میرج ایکٹ منظورکیا جواپنے مذہب کے تجویز کردہ قانون کا اطلاق کرنا چاہتے ہیں۔ اس ایکٹ نے ملک کی تاریخ میں پہلی بار ہندو فیملی لاء کو باضابطہ طور پر تسلیم کیا۔ عیسائیوں کی شادی اور طلاق کے بل 2017 کے سلسلہ میں کوئی معنی خیز پیش رفت نہیں ہوئی جس کی وجہ حکومتی کاہلی اور عیسائی کمیونٹی کے رہنماؤں کے مابین عدم اتفاق ہے۔ اگرچہ عیسائی شادیوں اور طلاق کا بل اصل میں 2012 میں تجویز کیا گیا تھا لیکن یہ کئی سالوں تک رکا رہا اور بعد میں قومی اسمبلی میں بل پر ووٹ کرنے سے قبل اس کو وزارت انسانی حقوق کی نظر ثانی کے لیے بھیجا گیا۔

غیرمسلم سیاسی دائرہ کار کے کنارے پر رہے جبکہ صرف 10 نمائندگان کو پارلمینٹ میں نمائندگی دی گئی ہے۔ 2017 کی مردم شماری جاری ہونے کے بعد، غیر مسلم رہنماؤں نے شکوہ کیا ہے کہ ان کی کمیونٹیز کی آبادی کو پوری طرح سے ظاہر نہیں کیا گیا۔ چند ایک سرگرم افراد کا خیال ہےکہ غیر مسلم افراد کی مردم شماری کے اعداد و شمار کو خفیہ رکھا گیا ہے کیونکہ غیر مسلم آبادی اپنی آبادی میں اضافہ کی وجہ سے پارلمینٹ میں مزید نشستیں مختص کرنے کی حقدار بنتی ہے۔

توعین رسالت: ضابطہ فوجداری کی سیکشنز295 اور 298 کا اطلاق کرتے ہوئے پاکستانی عدالتوں نے توعین رسالت کی بنیاد پر شہریوں کو سزا دینے کا عمل جاری رکھا ہوا ہے۔ سال 2011 کے بعد توعین رسالت کے تقریبا" 100 مقدمات رجسٹرڈ کیے گئے ہیں اور تقربیا" اتنے ہی لوگ اس وقت توعین رسالت کے الزام میں سزائے قید کاٹ رہے ہیں، ان میں سے تقریبا" 40 افراد وہ ہیں جو سزائے موت کا انتظار کر رہے ہیں یا پھرعمر قید کی سزا بھگت رہے ہیں۔ ان میں آسیہ بی بی بھی شامل ہے جو کہ ایک عیسائی ماں اورکھیتوں میں کام کرنے والی مزدور عورت ہے جس

کو سال 2010 میں توعین رسالت کے الزام میں پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی اور وہ جیل میں اپنی اپیل کا انتظار کر رہی ہے۔

دیگرافراد کو بلوائیوں نے الزام کی صداقت سے قطع نظر توعین رسالت کے الزام میں اشتعال میں آکر قتل کردیا ہے۔ بعض صورتوں میں ان مذہبی اقلیتوں کے خلاف توعین رسالت کے جھوٹے الزام عائد کیےگئے ہیں جن کا اپنے ہمسائے، یا ساتھ کام کرنے والے ورکر کے ساتھ کوئی ذاتی یا قانونی جھگڑا چل رہا تھا۔ تاہم جنوری 2018 میں، زیر رپورٹ عرصہ کے اختتام پر، ایک مثبت پیش رفت میں پاکستان کی عدالت عظمی نے شہادت کے فقدان کی وجہ سے ایک شخص کی رہائی کا حکم دے دیا جس پر توعین رسالت کا الزام لگایا گیاتھا۔
پاکستان ٹیلی کام اتھارٹی نے لاکھوں افراد کو ٹیکسٹ پیغامات ارسال کرنے کے ساتھ ساتھ مقامی اور قوی اخبارات میں اشتعارات بھی شائع کیے ہیں جن میں زور دیا گیا ہے کہ قومی سطح کے توعین رسالت کے قوانین کا اطلاق ڈیجیٹل مواد پر ہوتا ہے۔ سال 2017 میں حکام نے فیس بک پرتوعین رسالت کا پیغام پوسٹ کرنے پرکم از کم ایک فرد پر مقدمہ قائم کیا تھا۔ ڈیجیٹل توعین رسالت کے مقدمات کی تعداد میں اضافہ ہونے کا امکان ہے کیونکہ ملک کے اندر 35 ملین انٹرنیٹ استعمال کرنے والے افراد موجود ہیں جبکہ ان میں ہر ماہ ایک ملین افراد کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

توعین رسالت کے قوانین کو آن لائن اورغیر مسلموں کے خلاف استعمال کرنے کے علاوہ ان سرگرم افراد کے خلاف بھی استعمال کیا گیا ہے جوکہ یا تو مذہبی قدامت پسندی یاپاکستان میں فوج کے کردار کو چیلنج کرتے ہیں۔ سال 2017 میں جب بہت سے ترقی پسند بلاگرز کو آرمی پر تنقید کرنے کی وجہ سے حکام نے غائب کردیا تھا تواس کے بعد بلاگرزپرلگائے جانے والے توعین رسالت کے الزامات کوعام کیا گیا تھا۔ اسلام آباد ہائی کورٹ کی طرف سے توعین رسالت سے بری الذمہ قرار دیئے جانے کے باوجود ان میں کئی ایک افراد کو ان کی اپنی حفاظت کی وجہ سے ملک چھوڑنے پرمجبورکیا گیا تھا۔

پاکستان کے کالجوں میں بھی بات چیت اوراخلاف رائے کا گلا گھونٹنے کے لیے توعین رسالت کےالزمات کواستعمال کیا جاتا رہا ہے۔ محض ترقی پسند خیالات پربات چیت کرنا توعین رسالت کے الزامات کا سبب بن سکتا ہے۔ جنید حفیظ جو کہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کا ملازم تھا 2013 سے جیل میں بند ہے کیونکہ اس پر عورتوں کے حقوق کے بارے میں ایک لیکچر کا بندوبست کرنے کی وجہ سے توعین رسالت کا الزام لگایا گیا تھا۔ اس کا مقدمہ اس حقیقت کی وجہ سے مزید الجھ گیا کیونکہ اس کے وکیل راشد رحمان کو مذہبی انتہا پسندوں نے حفیظ کا دفاع کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا ہے۔

اپریل 2017 میں کالج اسٹوڈنٹ اورایک سماجی کارکن مشعل خان کو دن دھاڑے عبدل ولی خان یونیورسٹی کے طلباء اور انتظامی افراد کے ایک گرو نے اس وقت قتل کر دیا جب اس پر توعین رسالت کا الزام لگا تھا۔ اس مقدمہ میں عدالت عظمی نے فوری طور پرتحقیقاتی ٹیم کوخان کے قتل کے بارے میں رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا۔ تحقیقاتی ٹیم نے انکشاف کیا کہ انتقامی کاروائی کا نشانہ بننے والے شخص پر توعین رسالت کے الزامات بے بنیاد تھے اور سفارش کی کہ مستقبل میں توعین رسالت کی بنیاد پر اس طرح کے پر تشدد واقعات کی روک تھام کے لیے حکومت اداراتی اصلاحات کے کام کا آغاز کرے۔ اس واقعہ کے بعد اگرچہ پارلیمنٹ میں موجود سیاسی پارٹیوں نے توعین رسالت کے قوانین میں ترمیم کا مسئلہ اٹھایا تاکہ جھوٹے الزمات لگانے والوں پر مقدمہ چلایا جائے لیکن حکومت نے مزید کوئی کاروائی نہیں کی۔

روشن خیال مسلمانوں اور مذہبی اقلیتوں کے خلاف توعین رسالت کے قوانین کا متواتر غلط استعمال ہونے کے باوجود حکومت انکو منسوخ کرنے کے لیے اقدامات اٹھانے میں ناکام رہی ہے۔ علاوہ ازیں 2017 کے آخر میں حکومت نے

کسی بھی شخص کے خلاف توعین رسالت کے مقدمہ کی کاروائی کوآسان اور تیز بنانے کے لیے احتجاج کرنے والے مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کیے تاہم ان تبدیلوں کے نقاط ابھی تک غیر واضح ہیں۔

احمدیوں کی صورتحال: اکتوبر2017 میں پارلیمانی کمیٹی نے انتخابی اصلاحات کا ایکٹ 2017 منظور کیا جس کے ذریعہ مسلمان امیدواروں کی نامزدگی کے فارم میں ترمیم کرکے حضرت محمد کے آخری نبی ہونے کے بارے میں حلفہ نامہ کے ان الفاظ "میں صدق دل سے اعلان کرتا/کرتی ہوں" کو تبدیل کر کے "میں اعلان کرتا/کرتی ہوں" کر دیا گیا۔ بہت سے مذہبی گروپوں نے ترمیم پر شدت کے ساتھ تنقید کی، ان کے خیال میں اس کا مقصد احمدی کیمونٹی کو بااختیار بنانا اور جولائی 2018 کے قومی انتخابات میں ان کے لیے ووٹ ڈالنے کو آسان بنانا تھا۔ اس کے جواب میں حکومت نے ابتدائی طور پر کہا کہ یہ کتابت کی غلطی تھی تاہم اس کے بعد اپنے فیصلے کو بدل دیا اور حلف نامہ کو اس کی اصلی حالت میں کردیا گیا۔ اس کے باوجود بہت سے اسلامی گروپوں نے قومی دارالحکومت کے اندر ایک احتجاج منعقد کرکے اسلام آباد کو بند کردیا جو کہ پولیس کی طرف سے ایک آپریشن کا سبب بنا اوراس میں بہت سے افراد شدید زخمی ہوئے۔

احتجاج کرنے والے مسلمانوں نے حکومت کو مجبورکردیا اور آرمی کے واضح معاہدہ کے ساتھ حکومت نے ان کے متعدد مطالبات تسلیم کرلیے جن میں وزیر قانون کو فوری طور پرعہدے سے ہٹانا شامل تھا۔ احتجاج کے اختتام پرملٹری کا ایک سینئرممبرایک وڈیو میں احتجاج کرنے والوں میں رقم تقسیم کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا دیکھا گیا کہ آرمی حضرت محمد کی ختم نبوت کا تحفظ کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ احتجاج کرنے والوں کے دیگرالزامات میں جیسا کہ اس سے قبل بتایا گیا ہے انفرادی طورپرتوعین رسالت کے الزامات عائد کرنے کی اہلیت کو آسان بنانا تھا اور حکومت کے اندر کام کرنے والے تمام احمدیوں کا ایک رجسٹر بنانا تھا۔ اگران دونوں مطالبات پرحکومت کی طرف سےعمل درآمد کیا گیا تو ملک کے اندر موجود پہلے ہی سے مصیبت زدہ احمدی آبادی مزید نشانہ بن سکتے ہیں۔

احمدیوں کو سماجی، سیاسی، اقتصادی تفریق اورعوام کی طرف سے توعین رسالت کے الزامات کا سامنا ہے۔ یو ایس سی آئی آر ایف کی طرف سے ضمیر کے مذہبی قیدیوں سے متعلق جاری کردہ پراجیکٹ میں عبدل شکورنامی ایک شخص کا کیس شامل ہے جو کہ ایک 80 سالہ کتب فروش احمدی ہے اور وہ توعین رسالت کے الزامات کے تحت 2015 سے قید میں ہے۔ علاوہ ازیں 2014 میں پولیس نے چاراحمدیوں کواس الزام کی بنیاد پر گرفتار کیا کہ وہ اپنے علاقہ میں ان پوسٹروں کو ہٹا رہے تھے جن پراحمدی مخالف نعرے درج تھے؛ تین کواکتوبر2017 میں توعین رسالت کے الزام میں سزائے موت سنائی گئی ہے جبکہ ان میں سے چوتھا مبینہ طور پر پولیس کی حراست میں ہلاک ہوگیا تھا۔

انتخابات: جولائی 2018 کے قومی انتخابات سے قبل سال 2017 میں مذہبی انتہا پسندوں کی طرف سے سیاست میں بڑھ چڑ کرشمولیت اختیار کرنے کی وجہ سے پاکستان کےاندر بین الامذاہب کھچاؤ میں اضافہ ہو گیا ہے اورامتیازی سلوک اور تشددجس کو مذہبی اقلیتیں محسوس کر رہی تھیں کی شدت مزید بڑھ گئی ہے۔ مثال کےطورپرحافظ سعید، جو کہ دہشت گرد گروپ ایل ای ٹی (جس کو جماعت الدعوہ بھی کہا جاتا ہے) کے رہنما ہیں اور مبینہ طور پر 2008 میں ممبئی کے دہشت گردی کے حملہ کے منصوبہ ساز ہیں کو"انسدادی حراست" سے آزاد کر دیا گیا ہے جس میں وہ گزشتہ ایک عشرہ کے دوران وقتاً فوقتاً رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کی طرف سے بین الاقوامی دہشت گرد تسلیم کیے جانےاورمذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد کی آزادانہ حمایت کے باوجود سعید نےاعلان کیا ہے کہ وہ ملی مسلم لیگ (ایم ایم ایل) کے نمائندہ کے طور پر، جس میں دیگر ممنوعہ تنظیموں کے نمائندگان بھی شامل ہیں انتخابات میں حصہ لے گا۔ اگرچہ وزارت داخلہ نے ایم ایم ایل کی بطورسیاسی پارٹی رجسٹر کروانے کی درخواست کومنسوخ کر دیا ہے جبکہ سیکیورٹی اینڈ ایکسچینج کمیشن نے جماعت الدعوہ کو چند جمع کرنے سے روک دیا ہے لیکن سعید اورایم ایم ایل نے پھر بھی اپنی سرگرمیوں کو ختم کرنے کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔

سیاسی دائرہ عمل میں داخل ہونے والا ایک اور شخص خادم حسین رضوی ہے جس نے دسمبر میں اس احتجاجی تحریک کی رہنمائی کی جس نے اسلام آباد کو بند کر دیا تھا۔ رضوی 2011 میں عوامی سطح پراس وقت نمودار ہوا جب اس نے صوبائی گورنر سلمان تاثیر کے قتل کی حمایت کی جو کہ ملک کے اندر توعین رسالت کے قوانین میں تبدیلی کی حمایت کررہا تھا۔ رضوی نے عوامی سطح کی تقریریں کی ہیں جن میں احمدی شہریوں کے حقوق کو ختم کرنے کی بات کی گئی ہے۔ سال 2017 تک رضوی کے پیروکاروں کی تعداد میں ایک بڑا اضافہ ہوا ہے اور وہ تحریک لبیک یا رسول اللہ (ٹی ایل وائی آر) کے نام سے ایک نئی سیاسی پارٹی بنانے کی جستجو میں ہے۔ اگرچہ رضوی کی طرح کے مذہبی رہنما ماضی میں بذات خود مستحکم سیاسی پارٹیوں سے وابستہ رہے ہیں لیکن 2017کے اختتام تک وہ آزادانہ طور پرانتخابات میں حصہ لینے کا سوچ رہے تھے تاکہ وہ تشدد اور اقلیت مخالف اشتعال انگیز بیانیے کو فروغ دی سکیں۔

سال 2018 کے انتخابات میں ان کی کامیابی سے قطع نظرسیاسی دھارے میں اس طرح کی انتہا پسند اسلامی شخصیات کا داخلہ گہرے اثرات کے ساتھ خطرے کی گھنٹی بجاتا ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ دیگر سیاسی پارٹیاں جو کہ بصورت دیگرغیرمذہبی یااقلیت دوست ایجنڈا رکھتی ہیں انتہا پسند خیالات اختیارکر لیں گی تاکہ وہ ان نئی پارٹیوں کے ساتھ مقابلہ کر سکیں۔ علاوہ ازیں ان پارٹیوں نے پارلیمنٹ میں کوئی بھی نشست نہ ہونے کے باوجود سال 2017 میں رضوی کی قیادت میں حلفی احتجاج کے دوران حکومت کواپنی پالیسوں پرعمل درآمد کروانے پرمجبور کرتے ہوئے عام لوگوں کےاندراپنے اثرورسوخ کی تصدیق کردی ہے۔

عدم روادارانہ تقریر اور میڈیا: میڈیا نےعدم رواداری پر مبنی تقاریر سے روکنے والے متعدد قوانین کی موجودگی کے باوجود بھی پورے ملک کے اندراقلیتوں کی تحقیرکے لیےامتیازی زبان کے پھیلاؤ میں سہولت فراہم کی ہے۔ ایک بہترین مثال عامر لیاقت کی ہے، جو کہ ایک نشری مبلغ ہے اور جس نے پاکستان کے اندر بہت سے ٹیلی ویژن شوز منعقد کیے ہیں۔ لیاقت نے روشن خیال سماجی کارکنوں پر توعین رسالت کا الزام عائد کرتے ہوئے ان کی زندگیوں کو خطرہ سے دوچار کر دیا ہے اور اس نے احمدیوں کو "پاکستان اور اسلام کے دشمن قرار دیا ہے"۔ پاکستان کے الیکڑانک میڈیا ریگولیشن اتھارٹی (پی ای ایم آر اے) نے متعدد مواقع پرعدم روادارانہ تقریروں کی وجہ سے لیاقت کے ٹیلی ویژن پر آنے پر پابندی لگائی ہے اوراس سے کہا گیا ہے کہ وہ مذاہب اور مسلمان اقلیتوں کے درمیان دشمنی کو ہوا دینے کی وجہ سے عوامی سطح پرمعافی مانگیں۔ حال ہی میں دسمبر 2017 میں اس کے کسی بھی ٹیلی ویژن نیٹ ورک میں آنے پر پابندی لگائی گئی ہے۔ اگرچہ مذہبی اقلیتوں کے خلاف عدم روادارانہ اوراشتعال پیدا کرنے والی تقریروں کو روکنے کی حالیہ پابندیاں پی ای ایم آر اے کی کوشش کو ظاہر کرتی ہیں لیکن لیاقت کی طرف سے، اس پر پابندی کی ایک تاریخ کے باوجود بھی مختلف ٹیلی ویژن نیٹ ورکس کے پاس روزگار حاصل کر لینا اور میڈیا نیٹ ورکس کی طرف سے عدم رواداری کو پھیلانا اس بات کی ایک نمایاں شہادت ہے۔

تعلیم: پاکستان کےاندر پبلک اسکولوں میں غیر روادارانہ تعلیمی نصاب پڑھائے جانے کی وجہ سے تعلیم مذہبی آزادی اور مذہبی اقلیتوں کے بارے میں عوامی بیانیے پر اثر انداز ہوتی ہے اور انتہا پسندی کے اثرات قبول کرنے والے مدارس (مذہبی اسکولوں) کے فروغ کا سبب بنتی ہے۔ پاکستان کے اندرسرکاری تعلیم کے نصاب پرغیر روادارانہ ہونے اور متعصبانہ پیغام دینے کی وجہ سے تنقید کی جاتی رہی ہے جو کہ غیرمسلموں کوغیرمحب وطن کے طور پر پیش کرتا ہےاورطالب علموں کو ان کے بارے میں بدگمانی کا درس دیتا ہے۔ پاکستان میں عدم رواداری کے بارے میں یو ایس سی آئی آر ایف کی 2016 کی تحقیق: عوامی درسی کتب میں مذہبی تعصب، درسی کتب میں قومی سطح پر چار صوبوں کے اندر تقریباً 70 غیر روادارانہ یا تعصبانہ اقتباسات استعمال ہوئے ہیں۔

چونکہ تعلیم تسلسل کے ساتھ نجی شعبہ کی طرف منتقل ہوتی رہی ہے جس کی وجہ سے نجی اسکول اور مدارس کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اس لیےسرکاری اسکولوں کی نصابی کتب سے توجہ کو دوسری طرف بھی لے جانے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کے اندر سرکاری طور پر 20,000 رجسٹرڈ شدہ مدارس ہیں لیکن اس کے علاوہ کئی ایک ہزاروں کی تعداد میں حکومتی رجسٹریشن کے بغیر بھی کام کر رہے ہیں۔ 2014 میں اندرونی قومی سلامتی کی

پالیسی کے تحت مدارس اور ان کے نصاب کو باضابطہ شکل دینے کی کوشش کے باوجود حکومت کو ان اسکولوں پر معمولی کنٹرول حاصل ہے جبکہ چند ایک کا انتظام فکری طور پر انتہا پسند مساجد کے ہاتھوں میں ہے جن کا تعلق دہشت گرد تنظیموں کے ساتھ ہے۔ سال 2017 میں جنرل قمرجاوید باجوہ نے، جو کہ افواج پاکستان کے کمانڈر ہیں، کہا کہ مدارس کے نظام کو جدید بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے حکومت کو لازمی طور پر اقدامات لینے چاہیں اور انہوں نے بے ضابطہ مدارس کی نشونما کے درمیان تعلق، معاشرے میں مذہبی انتہاپسندی، اورانتہا پسند گروہوں کی طرف سے نئے اور نوجوان افراد کے بھرتی کیے جانے کو تسلیم کیا ہے۔

عورتیں اور مذہبی آزادی: پاکستان کے اندر عورتوں کا کردار ایک متنازع فیہ مسئلہ رہا ہے جو کہ اکثر اوقات عورتوں سے متعلق مذہبی احکامات کے سلسلہ میں اختلافات کی وجہ سے ہے۔ بہت سے معاملات میں عورتیں کو روزگار، تعلیم اور نقل و حرکت کے حوالہ سے مساویانہ رسائی حاصل نہیں ہے۔ 2006 میں خواتین کے تحفظ کا ایکٹ منظور ہونے کے باوجود بھی عورتیں عصمت دری، غیرت کے نام پر قتل، تیزاب پھینکنے کے واقعات کا نشانہ بنتی رہی ہیں اور اس کے مرتکب افراد کو انصاف کے کٹہرے میں نہیں لایا جا سکا۔

اکثراوقات عورتوں کے ساتھ بدسلوکی کو مذہبی مسائل کے ساتھ جوڑا جاتا ہے بشمول اور خاص طور پر غیرت کے نام پر قتل جیسے معاملات کو۔ غیرت کے نام پرقتل کے سلسلہ میں تھوڑی سے پیش رفت سامنے آئی ہے کیونکہ چند ایک صوبائی اسمبلیوں نے ان جرائم سے سختی کے ساتھ نمٹنے کے لیے قانون سازی کی ہے۔ ابھی تک یہ واضح نہیں ہے کہ پولیس اور مقدمہ چلانے والے ان قوانین پر کس طرح سے عمل درآمد کرتے ہیں۔ ایک شہر میں مارچ 2017 میں عورتوں کے خلاف تشدد کا سینٹر قائم کیا گیا جس کو 9 ماہ کے دوران 1,300 شکایات موصول ہوئیں جس کے جواب میں انہوں نے متاثرہ خواتین اورتحقیقی حکام کو مدد فراہم کی۔ تاہم ان شکایات کے نتائج کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں ہیں۔

پاکستان میں عورتوں کےحقوق کی تحریک کو فروری 2018 میں رپورٹنگ کےعرصہ کے بعدعاصمہ جہانگیر کی موت کے سبب دھچکہ لگا کیونکہ وہ پاکستان کے اندر اور بین الاقوامی سطح پر مذہبی اقلیتوں اور خواتین کے لیےایک قانونی رہنما کی حیثیت رکھتی تھیں۔

امریکہ کی پالیسی

پاکستان بین الاقوامی سلامتی کے سلسلہ میں امریکی حکمت علمی کا ایک اہم حصہ رہا ہے؛ تاہم رپورٹنگ کے عرصہ کے فوراً بعد صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے پاکستان کے ساتھ امریکی تعلقات میں بے لچک پالیسی اختیار کی ہے۔ گزشتہ عشرے کے دوران پاکستان نے امریکہ سے تقریباً $30 بلین ڈالرمالیت کی فوجی اورغیر فوجی امداد حاصل کی ہے۔ مالی سال 2018 کے لیے صدر ٹرمپ نے اعلان کیا ہےکہ تقریباً $3 بلین کی مالی امداد معطل کی جائے گی جس کی وجہ حکومت پاکستان کی طرف سے چند ایک دہشت گرد گروپوں کے ساتھ لڑنے میں عدم رضامندی کا اظہارکیا گیا ہے۔ دسمبر کے مہینے میں افغانستان کے دورے کے موقع پرنائب صدرمائیک پینس نے کہا کہ چند ایک انتہا پسند گروپوں کومحفوظ پناہ گائیں فراہم کرنے پرحکومت پاکستان کو "وارننگ" دی گئی ہے۔ صدر ٹرمپ کی جنوبی ایشیا سے متعلق پالیسی میں پاکستان کی اہمیت اس حقیقت سے نمایاں ہوتی ہے کہ جب وزیر خارجہ ریکس ٹیلرسن اور وزیردفاع جیمس ماتیس نے 2017 میں پاکستان کا دورہ کیا تو دونوں نے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان اپنی سرحدوں کے اندر با تعاون اور مؤثر انداز میں دہشت گرد گروپوں کے خلاف کام کرے۔

امریکی حکومت نے پاکستان کے ساتھ اپنی ملاقاتوں میں مذہبی آزادی کے بارے میں مسلسل خدشات کا اظہار کیا ہے۔ 2017 میں پاکستان کے لیے امریکی سفیر اور ایمبیسی کے عملہ نے حکومتی اہلکاروں کے ساتھ بشمول وہ اہلکار جو کہ پرائم منسٹر آفس میں کام کرتے ہیں ملاقات کی جس میں مذہبی آزادی جیسے مسائل مثلاً توعین رسالت کے قوانین، اسکولوں کا نصاب اور مذہبی اقلیتوں کو سیکیورٹی کی فراہمی شامل تھی۔ امریکی محکمہ داخلہ کے اندرمشرق وسطی اور جنوب/مرکزی ایشیا کے لیے خصوصی نمائندہ برائے مذہبی اقلیتیں، کنوکس تھیمس نے مارچ 2017 میں پاکستان

کا دورہ کیا اور انہوں نے مذہبی اقلیتی رہنماؤں، انسانی حقوق کے وکلاء، سماجی کارکنوں اور حکومتی اہلکاروں کے ساتھ پاکستان کے اندر مذہبی آزادی کی صورتحال کے موضوع پر بات چیت کی۔ 22 دسمبر2017 کو امریکی محکمہ داخلہ نے پاکستان کو ایک واحد ملک کے طور پر اپنی "خصوصی واچ لسٹ" میں شامل کیا ہے جوکہ فرینک آر وولف انٹرنیشنل مذہبی آزادی ایکٹ 2016 کی متعارف کردہ ایک نئی قسم ہے اور یہ ان ممالک کے لیے ہے جو کہ مذہبی آزادی کی شدید خلاف ورزیوں میں ملوث ہوتے ہیں یا ان کی اجازت دیتے ہیں۔